© rasailojaraid.com

دعوت و تحریک

اُمت مسلمہ کا فرضِ منصبی:

شہادت علی النّاس

سید جلال الدین عمری

شہادت کے معنی ہیں حاضر اور موجود ہونا، مشاہدہ کرنا، جو کچھ دیکھا اسے ٹھیک ٹھیک بیان کرنا اور گواہی دینا۔

قرآن مجید میں کئی طرح کی شہادتوں کا ذکر ہے:

- **اللہ تعالیٰ کی شہادت:** اس سے مراد ہے اس کا وسیع علم، اس کی پیدا کردہ کائنات اور اس میں موجود آثار و علامات، جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہیں۔
- **فرشتوں کی شہادت:** فرشتے انسان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس کے اعمال کو دیکھتے اور بے کم و کاست انھیں ریکارڈ کرتے ہیں۔ قیامت میں یہی ریکارڈ اللہ کے سامنے پیش ہوگا اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔
- **اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی شہادت:** اللہ کے رسولوں کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے دین کے حق ہونے کی شہادت دیں۔
- **اہل ایمان کی عام انسانوں پر شہادت:** یہ اسی مقصد کے لیے ہوتی ہے جس مقصد کے لیے پیغمبروں کی شہادت ہوتی ہے۔
- **انسانی اعضا و جوارح کی شہادت:** انسان نے دنیا میں جو اعمال انجام دیے اور جس طرح انجام دیے قیامت کے روز اس کا پورا بدن اور اس کے تمام اعضا اس کی شہادت دیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● **معاملاتِ دنیا کی شہادت**: اس شہادت کی بنیاد پر انسانی حقوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ ہر حال میں صحیح شہادت دیتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں ہوتا، ان کی شہادت مفادات کے تابع ہوتی ہے۔

شہادت علی الناس

اللہ کے رسولؐ اپنی قوموں اور اُمتوں کے درمیان اس کے دین کی جو شہادت دیتے ہیں اسے شہادت علی النّاس کہا جاتا ہے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے۔ رسولؐ خدا کا ایک وصف 'شاہد' بھی ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا o وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا o (الاحزاب ۳۳: ۴۵-۴۶) اے نبیؐ! ہم نے تم کو شاہد (گواہی دینے والا) خوش خبری دینے اور ڈرانے والا، اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت، جس میں آپؐ کو شاہد کہا گیا ہے، سورۃ الفتح آیت ۸ میں بھی آئی ہے۔

شہادت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو آنکھوں سے مشاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ دوسری وہ جس کی بنیاد دلائل اور براہین پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول یہ دونوں طرح کی شہادت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض غیبی حقائق کا اس طرح مشاہدہ کراتا ہے کہ اس میں انھیں کوئی شک و شبہہ لاحق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اس یقین کا اظہار و اعلان کرتے ہیں اور اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس طرح کا مشاہدہ رسول کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔ اس معاملے میں رسولؐ کے تجربے اور بیان پر یقین کرنا پڑتا ہے۔

رسولوں کی شہادت کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ دلیل و استنباط کے ذریعے حق کا اثبات کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے عطا کردہ علم و بصیرت، دلائل و براہین، نصح و خیر خواہی اور سیرت و اخلاق کے ذریعے شہادت علی النّاس کا فرض اس طرح انجام دیتے ہیں کہ دین حق بالکل واضح ہو جاتا اور مخاطب قوم پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اس کی مخالفت کی کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے باوجود قوم قبولِ حق سے انکار کر دے اور باطل پر جمی رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اب اسے زمین پر زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب فرعون اور اس کی قوم پر شہادت کا فرض ادا کر دیا تو اس کی ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا۝ (المزمل ۷۳:۱۵-۱۶) تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر شہادت دینے والا بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ (پھر جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔

اس آیت میں قرآن کے اوّلین مخاطب قریش سے کہا جا رہا ہے کہ فرعون کے سامنے حضرت موسیٰؑ نے دینِ حق کی شہادت دی اور اب محمدؐ تمھارے درمیان شاہد بن کر آئے ہیں۔ خوب سوچ لو، اگر تم نے ان کی مخالفت کی تو اسی انجام سے دوچار ہو گے جس سے فرعون اور اس کی قوم دوچار ہوئی تھی۔

اللہ کے رسول اپنی قوم کے درمیان زندگی بھر اس کے دین کے 'شاہد' بن کر رہتے ہیں۔ اسے راہِ حق دکھانے اور ضلالت و گمراہی سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (المائدہ ۵:۱۱۷) (اے اللہ) میں اس وقت تک ان کا گواہ (نگراں) تھا جب تک ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں۔

یہ شہادت آخرت میں بھی ہوگی، اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایک پیغمبر سے پوچھے گا کہ کیا تم نے حق کی شہادت دی؟ ان کا جواب اثبات میں ہوگا کہ انھوں نے اللہ کے دین کو اپنی قوم تک ٹھیک ٹھیک پہنچایا اور حجت تمام کر دی۔ اس کے بعد خدا کے دین کا انکار کرنے والوں کی زبانیں بند ہو جائیں گی، وہ کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے۔ اس وقت یہ موقع بھی باقی نہیں رہے گا کہ وہ اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رویے کی اصلاح کرلیں اور اللہ کو راضی کرسکیں، اس لیے کہ مہلت عمل ختم ہوچکی ہوگی اور جزاے عمل آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ سورۂ نحل میں ارشاد ہے:

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ (النحل ۱۶: ۸۴) اور (سوچو!) جس دن ہم ہر اُمت سے ایک شہادت دینے والا (پیغمبر) کھڑا کریں گے۔ پھر (یہ ہوگا کہ) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی انھیں کچھ کہنے کی اجازت ہوگی اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرلیں۔

سورۂ نحل ہی میں چند آیات کے بعد فرمایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیامت کے روز شاہد کی حیثیت سے اٹھیں گے اور جس طرح دوسرے رسول اپنی قوموں کے متعلق شہادت دیں گے اسی طرح آپؐ اپنی قوم کے بارے میں شہادت دیں گے کہ دین حق کے ساتھ ان کا کیا رویہ رہا؟ فرمایا:

وَ یَوْمَ نَبْعَثُ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا عَلَیْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِیْدًا عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝ (النحل ۱۶: ۸۹) اور (یاد کرو) اس دن کو جس دن ہم ہر اُمت میں ان ہی میں سے ایک شہید ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور آپ کو ان (منکرین) کے خلاف شہید بنا کر لائیں گے۔ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں دین کی ہر بات کی وضاحت ہے۔ یہ سراسر ہدایت اور رحمت ہے اور فرماں برداروں کے لیے بشارت ہے۔

سورۂ نساء میں یہ بات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

فَكَیْفَ اِذَاجِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ۝ (النساء ۴: ۴۱) پھر سوچو کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمھیں گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسعودؓ کو تلاوت کا حکم دیا، انھوں نے سورۂ نساء کی تلاوت کی۔ جب وہ ان آیات پر پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا بس کرو۔[۱] یہ آنسو اس احساس کی وجہ سے تھے کہ شہادتِ حق کی کتنی عظیم ذمہ داری آپؐ پر ڈالی گئی ہے اور اس بنیاد پر بھی تھے کہ شہادت کے بعد بھی آپ کی قوم دینِ حق کو قبول نہ کرے تو اس کا انجام کتنا بھیانک ہوگا۔

اُمت مسلمہ کا فرض منصبی اور تقاضے

اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دیا اور اُمت مسلمہ وجود میں آئی۔ اب یہ اس کی ذمہ داری قرار پائی کہ وہ اس فرض کو تاقیامت انجام دیتی رہے۔ اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ان الفاظ میں آیا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝ (البقرہ ۲:۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمھیں اُمتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں کے سامنے شہادت دو اور رسول تمھارے حق میں شاہد بن جائے۔

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرتِ مدینہ کے بعد ۱۶، ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد تحویلِ قبلہ کا حکم آیا اور خانۂ کعبہ قبلہ قرار پایا، جو حضرت ابراہیمؑ اور آپؐ کے بعد آنے والے تمام نبیوں کا قبلہ تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح صحیح قبلے کی طرف تمھاری رہنمائی فرمائی اسی طرح یہ اعزاز بھی اس نے تمھیں بخشا ہے کہ دنیا کی تمام اُمتوں کے درمیان تمھیں 'اُمتِ وسط' بنایا ہے۔

'وسط' کے معنی درمیان کے ہیں۔ وسط ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جس کا فاصلہ ہر طرف سے ایک ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسی اُمت بنایا ہے جس کا جھکاؤ نہ دائیں جانب ہے اور نہ بائیں جانب، بلکہ وہ دو انتہاؤں کے درمیان کھڑی ہے۔ اسی سے بعض مفسرین نے 'وسط' کا ترجمہ اعتدال کیا ہے۔ جہاں اعتدال ہوگا وہاں کسی معاملے میں غلو اور انتہا پسندی ہوگی نہ کمی اور کوتاہی۔ ہر ایک کو اس کا صحیح مقام حاصل ہوگا۔ حدیث میں 'وسط' کے معنی عدل کے بیان ہوئے ہیں۔ یہ مقامِ وسط کا لازمی تقاضا ہے، جو گروہ کسی کی بے جا طرف داری کرے نہ اس کے ساتھ تعصب برتے، وہ اس کے ساتھ ضرور انصاف کرے گا۔ اسی وجہ سے اُمتِ وسط کو اعلیٰ و ارفع اُمت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اس اُمت کو 'خیراُمت' کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ (اٰل عمرٰن ۳:۱۱۰)

● انسان مادہ اور روح کا مجموعہ ہے۔ دونوں کے تقاضے ہیں۔ ان میں سے کسی کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا، لیکن دنیا ہمیشہ اس معاملے میں دو انتہاؤں پر رہی ہے۔ آج کے دور میں مادیت کا غلبہ ہے۔ مادی آسایش و راحت کو انسان کی زیست کا حقیقی مقصد سمجھ لیا گیا ہے۔ ہر شخص اسی کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اس میدان میں جو جس قدر آگے بڑھے اسے اتنا ہی کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں رہبانیت کا تصور گو کم زور ہے، لیکن مذہب کی دنیا میں آج بھی ترکِ دنیا کو انسان کی معراج سمجھا جاتا ہے۔ راہ اعتدال ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے۔ اُمتِ وسط کو اسی کی طرف راہ نمائی کرنی ہے۔

● 'اُمتِ وسط' کے بارے میں فرمایا گیا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ، یعنی اللہ نے تمھیں اُمتِ وسط اس لیے بنایا ہے کہ تم شہادت علی الناس کا فرض انجام دو۔ دنیا میں فکر و عمل کا جو بگاڑ پایا جاتا ہے اس کی نشان دہی کرو اور صراط مستقیم واضح کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو غیرمکلف نہیں پیدا کیا ہے بلکہ اس پر بڑی ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا اور ان سے غفلت اور کوتاہی کے نتائج سے آگاہ کرنا اس اُمت کا کام ہے۔

● شہادت علی الناس میں نگرانی کا تصور بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُمتِ وسط کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ دیکھتی رہے کہ دنیا کہیں صحیح راہ سے ہٹ تو نہیں گئی ہے اور اس نے غلط طریقۂ حیات تو نہیں اختیار کر رکھا ہے۔ جس رخ سے بھی بگاڑ پایا جائے اس کا برملا اظہار و اعلان کرے۔ اس معاملے میں اسی کی شہادت معتبر سمجھی جائے گی۔ اس لیے کہ وہ جو بات کہے گی عدل و انصاف کے مطابق کہے گی، کسی کے غلط مفادات کے تابع نہ ہوگی۔

● شہادت کی بنیاد پر انسان کے حقوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں جو فکری اور نظریاتی جنگ چل رہی ہے اس کا فیصلہ بھی اسی وقت ہوگا جب کہ حق کی شہادت دی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔ اس کے خلاف جو نظریات ہیں ان کی اساس باطل پر ہے۔ اس پہلو سے شہادت کی اصطلاح میں بڑی معنویت ہے۔

● 'اُمتِ وسط' کی ذمہ داری جن الفاظ میں بیان ہوئی ہے اس سے بعض باتیں واضح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طور پر سامنے آتی ہیں:

۱- اس اُمت کا نظریاتی طور پر شہادت کے مقام پر فائز ہونا یا عدل وقسط کا حامل ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ عملاً اسے شہادت کا فرض انجام دینا ہوگا۔

۲- اس اُمت کو علمی اور فکری پہلو سے بھی اس مقام پر ہونا چاہیے کہ وہ ثابت کر سکے کہ اسلام ہی حق ہے اور اس کی مخالفت کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اس کے لیے قرآن نے جو دلائل فراہم کیے ہیں ان سے واقفیت اور ان کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔

۳- اُمت کو سیرت واخلاق کے لحاظ سے صادق، راست باز، حق گو اور عادل ومنصف ہونا چاہیے، ورنہ اس کی شہادت کا اعتبار نہ ہوگا۔

۴- یہ شہادت کسی خاص طبقے، جماعت یا ملک وقوم ہی کے درمیان نہیں، بلکہ ساری نوع انسانی کے سامنے دینی ہے اور حق واضح کرنا ہے۔

۵- شهادت علی الناس کا فرض کسی خاص دور سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اسے ہر دور میں تا قیامت انجام دینا ہے۔

شہادتِ حق اور اسوۂ رسولؐ

اُمت وسط کی شہادت کے بعد رسولؐ اللہ کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے: وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ط (البقرہ ۲:۱۴۳) ''تاکہ رسولؐ تم پر شاہد ہو''۔ مطلب یہ کہ اللہ کے رسولؐ شہادت کا فرض تم پر انجام دیں گے، تمھیں راہِ حق دکھائیں گے، تمھارے اخلاق وسیرت کی نگرانی کریں گے، تمھیں عدل وانصاف کی خوبیوں سے آراستہ کریں گے اور تمھیں اس قابل بنائیں گے کہ دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے سکو۔ چنانچہ رسولؐ اللہ نے یہ فرض انجام دیا اور 'اُمتِ وسط' وجود میں آئی۔ اس کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ وہ ساری دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے۔

آیت میں پہلے اُمت کی شہادت کا اور پھر رسولؐ اللہ کی شہادت کا ذکر ہے۔ اس میں ایک طرف تو اُمت کو اس کے عالمی منصب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف اس احسان کا ذکر ہے کہ رسولؐ اللہ اس کے لیے خدا کی طرف سے شاہد بن کر آئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سورۂ حج میں بھی یہ آیت آئی ہے۔ اس میں پہلے رسولؐ اللہ کی شہادت کا اور اس کے بعد اُمت کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (الحج ۲۲:۷۸) تاکہ رسولؐ تم پر شہادت دینے والا ہو اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ۔

ان الفاظ میں شہادت کا عمل جس ترتیب سے انجام پایا اس کا اظہار ہوا ہے۔ رسولؐ اللہ نے اُمت کے سامنے دین حق کی شہادت دی۔ اس کے بعد اُمت کو حکم ہوا کہ وہ تمام انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچائے اور اس بات کی شہادت دے کہ اسلام ہی دینِ حق ہے۔

ان آیات میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ شہادت حق کا فرض جس طرح رسولؐ اللہ نے اس اُمت کے درمیان انجام دیا تھا اسی طرح اُمت کو دنیا والوں کے درمیان انجام دینا ہوگا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپؐ ہی کا اسوہ اور طریقۂ کار اختیار کیا جائے۔ اس کام میں وہی اخلاص، دردمندی، دل سوزی اور سوز و تڑپ ہونی چاہیے جو آپ کے اندر تھی۔

شہادت کو چھپانا

شہادت کا آغاز آدمی کی ذات سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کے اظہار کے لیے زبان سے شہادت دیتا ہے اور اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے ایمانِ صادق اور یقینِ کامل شرط ہے۔ نفاق کے ساتھ ایمان کا اعتبار نہ ہوگا۔ منافقین کے بارے میں کہا گیا:

إِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون ۶۳:۱) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافقین بلاشبہہ جھوٹے ہیں۔

منافقین کی شہادت اس لیے معتبر نہیں کہ وہ زبان سے جو کچھ کہتے ہیں ان کے دل و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دماغ اسے برحق نہیں تصور کرتے۔ اللہ کے ہاں اسی شہادت کا اعتبار ہے جس میں آدمی اس کے دین کو جان کر اور سمجھ کر ایمان لائے اور اس کے حق ہونے کی شہادت دے۔ نزولِ قرآن کے وقت نصاریٰ کے ایک طبقے نے اسی طرح کی شہادت دی۔ یہ صحیح معنٰی میں شہادت تھی۔ قرآن نے اس کی تعریف وتوصیف کی۔ فرمایا:

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ○ (المائدہ ۵: ۸۳) جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل کی گئی ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسو سے ابل پڑتی ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہنچان لیا۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب، ہم اس پر ایمان لے آئے، ہمارا نام ان لوگوں میں لکھ دے جو اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

یہ ایمانِ صادق کا حال ہے۔ اس کو حق جاننے اور اسے اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اسے چھپانا یا اس کی شہادت نہ دینا کتمانِ حق ہے۔ یہ اپنی ذات کو اور دنیا کو حق سے محروم رکھنے کی کوشش ہے۔ یہ انسانیت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ اہل کتاب اس ظلم کا ارتکاب کر رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ یہودیت اور نصرانیت ہی کو اصل دین ثابت کیا جائے۔ اس کے لیے وہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے پورے خانوادے کا نام استعمال کرتے تھے اور انھیں اسی کا حامل قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہودیت ونصرانیت کا وجود ہی بہت بعد میں ہوا۔ ان کی کتابیں صاف بتارہی تھیں کہ دینِ حنیف کیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کی تعلیم کیا تھی؟ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ تعلیمات عام ہوں، وہ اپنی تاویلات کے ذریعے انھیں چھپا رہے تھے، اسی کو ظلم کہا گیا۔ فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (البقرۃ ۲: ۱۴۰) اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اس شہادت کو چھپا دے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہوئی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔

اہل کتاب کا یہ کتمانِ حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ دنیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کی رسالت کو نہ تسلیم کرے، وہ اس حقیقت کو فراموش کر چکے تھے کہ اللہ ان کے مکر و فریب سے باخبر ہے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

لازمی اوصاف

شہادت علی النّاس کا فرض بعض لازمی اوصاف اور خصوصیات کا تقاضا کرتا ہے۔ ان کی تکمیل کی بغیر صحیح معنٰی میں اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں دو چار خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے:

- **دین کا فہم اور معنویت:** شہادت علی النّاس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے دین، اس کی اساسات، ان پر مبنی تعلیمات کا اچھی طرح علم ہو، ان کے دلائل اور حکمتوں سے گہری واقفیت ہو، آدمی اچھی طرح جانے کہ کس معاملے میں اسلام کی تعلیم کیا ہے اور اس کی معنویت کیا ہے۔ اس سلسلے میں اس کا ذہن بالکل صاف ہو اور وہ کسی تذبذب میں مبتلا نہ ہو تا کہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے اسے پیش کر سکے۔
- **عصری تقاضوں سے آگہی:** شہادت علی النّاس کا تقاضا ہے کہ جس دور میں یہ کام انجام پائے اس دور کے افکار و خیالات اور رجحانات سے واقفیت ہو، آدمی اس کی خوبیوں اور خامیوں کو اچھی طرح جانے اور ان کے مقابلے میں اسلام کی برتری ثابت کر سکے۔ دنیا کی عدالتوں میں بھی کسی معاملے میں شہادت اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب کہ آدمی اس کی تفصیلات اور اس کے پس منظر سے اچھی طرح واقف ہو، ورنہ جرح میں بڑے سے بڑا گواہ بھی ناکام ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے معاملے کو اس طرح دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس طرح کی کوشش ہونی چاہیے۔
- **مداہنت سے اجتناب:** شہادت علی النّاس اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ دین کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا جائے۔ حالات کے جبر اور دباؤ یا ذاتی و قومی مفادات کے تحت اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت تھی اور یہی ہدایت ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہادت علی النّاس کا فرض انجام دے رہا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ ۵:۶۷) اے رسول! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے (اسے لوگوں تک پورا پورا) پہنچادو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو حقِ رسالت نہیں ادا کیا۔ اللہ تمھیں لوگوں کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔

● **جرأتِ ایمانی**: شہادت علی النّاس کے لیے ضروری ہے کہ دین کی بے خوف وخطر شہادت دی جائے۔ علی الاعلان حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا بڑا جرأت آزما کام ہے۔ اس میں خطرات ہیں، آزمایش اور امتحان کا بھی امکان ہے۔ اس کے لیے دین حق سے بے پناہ محبت اور برملا اس کے اظہار کی جرأت چاہیے۔ اللہ کے رسولوں کی ایک خوبی یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ وہ ہر خوف اور اندیشے سے بالاتر ہوکر اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں:

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝ (الاحزاب ۳۳:۳۹) وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے بس اللہ کافی ہے۔

دنیا کا کوئی بڑا کام خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ شہادت علی النّاس جیسا اعلیٰ وارفع مقصد خطرات سے پاک کیسے ہوسکتا ہے۔ اصحاب عزیمت کامیابی کے لیے ہر خطرہ مول لیتے ہیں اور اصحابِ عزیمت ہی یہ فرض بھی انجام دیں گے۔

چند شبہات

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کی اُمت کو اُمتِ وسط اور خیر اُمت بنایا اور اس پر شہادت علی النّاس کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ موجودہ حالات کے پس منظر میں اس پر بعض سوالات کیے جاتے ہیں:

● ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں اُمت کی یہ حیثیت عملاً ختم ہوگئی ہے۔ دنیا کی دوسری قومیں علم وفن، سائنس اور ٹکنالوجی، انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاموں میں اس سے بہت آگے ہیں۔ اُمت کے لیے ان کے پیچھے چلنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ ان حالات میں وہ ان کی کیا قیادت و رہنمائی کرے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اُمت کو اس حالت سے نکلنا چاہیے۔ جو اُمت دنیا کی قیادت و راہ نمائی کے لیے وجود میں آئی ہے اور صدیوں راہ نمائی کرتی رہی ہے، اس کا اس حال میں پہنچنا افسوس ناک ہے۔ بے عملی، غفلت اور کوتاہی کوئی عذر نہیں ہے۔ اس سے وہ ذمہ داری ساقط نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کی ہے۔ اس کے لیے اسے کل قیامت کے روز جواب دہ ہونا پڑے گا۔

دوسری بات یہ کہ شہادت علی النّاس کا فرض انجام دینے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اُمت دنیوی علوم و فنون اور مادی ترقی میں معاصر قوموں کی ہم پایہ یا ان سے برتر ہو۔ شہادتِ حق کا تعلق عقیدے اور فکر سے ہے۔ یہ ایک صاف ستھرا نظریۂ حیات ہے جو انسانی فطرت کو اپیل کرتا اور اس کو اندر سے بدلتا ہے۔ یہ سیرت و کردار ہی کو نہیں علوم و فنون اور مادی ترقی کو بھی صحیح رخ عطا کرتا ہے۔ اسے ایک بے سرو سامان فرد بھی پیش کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مادی لحاظ سے اونچی حیثیت کے مالک نہیں ہوتے تھے۔ جن قوموں سے انھوں نے خطاب کیا وہ اپنے وقت کی ترقی یافتہ قومیں تھیں، لیکن اللہ کے رسولوں کو سیرت و کردار کی بلندی حاصل تھی۔ انھوں نے دلائل کے ذریعے اپنی قوموں کی گم راہی واضح کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مادی طاقت یا سیاسی اقتدار کا نہیں، بلکہ دلیل و برہان کا ہے۔ موجودہ حالات میں اُمت مسلمہ اسی کی مکلف ہے۔

● ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ اُمت مادی لحاظ ہی سے پیچھے نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر دینی اور اخلاقی زوال بھی پایا جاتا ہے۔ وہ دنیا کے سامنے سیرت و کردار کا کوئی بہتر نمونہ نہیں پیش کر رہی ہے۔ پھر دنیا اسے اُمت وسط کی حیثیت سے کیسے دیکھے گی اور وہ اس حیثیت میں کیسے اس کے سامنے آسکے گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں 'اُمتِ وسط' کو صحیح معنی میں اسلام کا نمونہ ہونا چاہیے، لیکن عملاً ایسا نہیں ہے۔ شہادت علی النّاس کا فرض اُمت کے افراد اور جماعتوں کے ذریعے بھی انجام پا سکتا ہے۔ یہود بہ حیثیت قوم مادیت میں سراسر گرفتار تھے۔ انھوں نے توریت اور اس کے احکام کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ رسولؐ اللہ کی بعثت کے بعد آپؐ کی عداوت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلط سے غلط قدم اٹھانے میں انھیں کبھی کوئی تامل نہیں رہا۔ لیکن اسی قوم میں ایک 'اُمت' ایسی تھی جو اپنی زندگی سے خدا ترسی کا ثبوت پیش کر رہی تھی اور 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کا فرض انجام دے رہی تھی:

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ٥ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ (اٰل عمرٰن ۳:۱۱۳-۱۱۴) وہ سب برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں ایک جماعت سیدھی راہ پر قائم ہے۔ اس کے لوگ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے ہیں۔ یہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ٥ (الاعراف ۷:۱۵۹) موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتی ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ اس اُمت میں بھی ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور موجود ہوگی جو اسلام پر کاربند ہوگی، اس پر ہونے والے حملوں کا دفاع کرے گی، دلائل سے اس کی حقانیت ثابت کرے گی اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فرض انجام دیتی رہے گی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا:

لایزال ناس من امتی ظاہرین حتی یأتیھم امراللہ وھم ظاھرون[۲] میری اُمت میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوں گے جو غالب ہوں گے۔ (یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قرب قیامت) آجائے۔ اس وقت تک وہ اسی طرح غالب رہیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کا یہ ارشاد سنا ہے:

لا یزال من امتی امة قائمة بامراللّٰه لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی یأتیهم امراللّٰه وهم علٰی ذٰلك[۳] میری اُمت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے والی رہے گی جو ان کو چھوڑ دے یا ان کی مخالفت کرے وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قرب قیامت) آجائے گا۔ اس وقت تک وہ اسی حال میں ہوں گے۔

اس مفہوم کی اور حدیثیں بعض دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہیں۔[۴]

رسولؐ اللہ کے ان ارشادات کی اُمت کی تاریخ کے ہر دور میں تصدیق ہوتی رہی ہے۔ اس اُمت میں ہمیشہ ایسے افراد بھی رہے ہیں اور جماعتیں بھی پائی گئی ہیں جو دین حق پر ثابت قدم رہیں، اس کی صحیح تعبیر و تشریح پیش کی اور دنیا کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی لحاظ سے چاہے انھیں اقتدار حاصل نہ رہا ہو، لیکن ان کی دینی اور اخلاقی برتری کا ثبوت ملتا رہا ہے۔ آج بھی اُمت اس سے خالی نہیں ہے۔ اس کا ایک طبقہ شہادت علی النّاس کا فرض انجام دے رہا ہے۔ اللہ اس کی کوششوں کو کامیابی سے ہم کنار کرے۔

۱- صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۂ نساء، باب قوله فکیف اذا جئنا من کل اُمةٍ بشهید

۲- بخاری، کتاب المناقب مسلم، کتاب الامارة، باب قوله لاتزال طائفة من امتی الخ، مسلم کتاب الامارة، باب لا تزال طائفة من أمتی الخ.

۳- ایضاً ۴- مسلم، حوالہ سابق

ٹیکسلا، واہ کینٹ کے گرد و نواح میں

ماہنامہ ترجمان القرآن، ہفت روزہ ایشیا، ماہنامہ بتول، بچوں کا رسالہ نور اور دیگر رسائل حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

محمد یوسف، ناظم رسائل و جرائد، نزد میوزیم روڈ ڈھیاں، ٹیکسلا۔ موبائل: 0321-5727597

© rasailojaraid.com